گیارہویں کی شرعی حیثیت

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے ہمیں کامل واکمل شریعت نصیب کی، اس نعمت عظمیٰ پر اس کا شکر بجالانا چاہیے اور نبی کریم ﷺ کی ہدایت کو کافی جاننا چاہیے۔ یہی دین ہے، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے مثلا: تیجا، قل، جمعرات، ساتواں، دسواں، چالیسواں، برسی اور گیارہوں وغیرہ، ان کا دین سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

دین کی دعوت مسلمان کی بھلائی پر قائم ہے، جب کہ مذکورہ تمام رسمیں سر تا پا مضرت کا باعث ہیں، یہ بلا کی ظالم ہیں، جو سادہ لوح مسلمانوں کا پیسہ، یتیموں اور بیواؤں کا مال بے دریغ ہڑپ کر جانے کا ہنر جانتی ہیں۔

اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ (گیارہویں) ہی کو لیجیے، سنتے ہیں کہ یہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ ہے، لیکن اس نے اپنے بارے میں اور بہت کچھ مشہور کر رکھا ہے، عوام الناس اسے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی نیاز خیال کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد بنا دیا ہے کہ اگر ہم نے گیارہویں کا دودھ نہ دیا، تو اس کی وجہ سے ہماری بھینس یا گائے مرجائے گی یا بیمار ہوجائے گی یا رزق ختم ہوجائے گا یا اولاد کی موت واقع ہوجائے گی یا گھر میں نقصان ہوسکتا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ عقیدہ شرعاً حرام ہے۔

البتہ شیخ عبد القادر جیلانی کا صدقہ بھی اسے کہیں، تو سوال اٹھے گا کہ کیا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی بزرگ اسلام میں ہوا ہے؟ اگر ہاں، تو اس کا صدقہ اتنے تواتر سے کیوں نہیں، یاد رہے کہ سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت سے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ اگر اس کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہوتا، تو وہ اس کا اہتمام کرتے۔

ویسے بھی گیارہویں کا سلسلہ نسب شیعہ کے رسوم ورواج سے ملتا ہے، وہ بھی اپنے ائمہ کے لئے نیاز برائے ایصالِ ثواب دیتے ہیں۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

أَمَّا مَا اتَّفَقَ عَلٰى تَرْكِهٖ فَلَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ لِأَنَّهُمْ مَا تَرَكُوهُ إِلَّا عَلٰى عِلْمٍ أَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِهٖ.

”جس کام کے چھوڑنے پر سلف کا اتفاق ہو، وہ کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے اسے چھوڑا ہی اس لئے تھا کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔“

(فضل علم السّلف علی علم الخلف، ص31)

جس کام کے چھوڑنے پر سلف صالحین متفق ہوں، اسے کرنا جائز نہیں اور سلف صالحین سے گیارہویں شریف کا بالکل بھی ثبوت نہیں ملتا۔

گیارھویں باطل ھے :

① علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ كَانَ دَلِيلًا عَلَيْهِ؛ لَمْ يَعْزُبْ عَنْ فَهْمِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ

ثُمَّ يَفْهَمُهُ هٰؤُلَاءِ، فَعَمَلُ الْأَوَّلِينَ كَيْفَ كَانَ مُصَادِمٌ لِّمُقْتَضٰى هٰذَا الْمَفْهُومِ وَمُعَارِضٌ لَّهٗ، وَلَوْ كَانَ تَرْكَ الْعَمَلِ؛ فَمَا عَمِلَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ مُخَالِفٌ لِّإِجْمَاعِ الْأَوَّلِينَ، وَكُلُّ مَنْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ؛ فَهُوَ مُخْطِئٌ، وَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ تَرْكٍ؛ فَهُوَ السُّنَّةُ وَالْأَمْرُ الْمُعْتَبَرُ، وَهُوَ الْهُدٰى، وَلَيْسَ ثَمَّ إِلَّا صَوَابٌ أَوْ خَطَأٌ؛ فَكُلُّ مَنْ خَالَفَ السَّلَفَ الْأَوَّلِينَ فَهُوَ عَلٰى خَطَأٍ، وَهٰذَا كَافٍ.

''اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی، تو ایسا نہیں کہ فہم صحابہ وتابعین سے غائب رہتی اور بعد میں یہ لوگ اسے سمجھ لیتے۔ یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ شرعی دلیل ایک مفہوم کا تقاضا کرتی ہو اور سلف کا عمل اس کے خلاف ہو؟ یہ بھی کیسے ممکن ہے کہ سلف نے کسی کام کی دلیل ہونے کے باوجود وہ نہ کیا ہو؟ اس طرح کے معاملات میں متاخرین نے جو عمل کیا ہے، وہ اجماع سلف کے خلاف ہے اور اجماع کی مخالفت کرنے والا خود خطا کار ہوتا ہے، کیونکہ اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، لہٰذا سلف جس کام کو کرنے یا چھوڑنے پر متفق ہوں، وہی سنت اور معتبر ہے اور وہی ہدایت ہے۔ کسی کام میں دو ہی احتمال ہوتے ہیں، درستی یا غلطی، جو سلف صالحین کی مخالفت کرے گا، وہ خطا پر ہوگا اور یہی اس کے خطا کار ہونے کے لیے کافی ہے۔''

(المُوافقات : 72/3)

نیز لکھتے ہیں:

لِهٰذَا كُلِّهٖ يَجِبُ عَلٰى كُلِّ نَاظِرٍ فِي الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ مُرَاعَاةُ مَا فَهِمَ مِنْهُ الْأَوَّلُونَ، وَمَا كَانُوا عَلَيْهِ فِي الْعَمَلِ بِهٖ؛ فَهُوَ أَحْرٰى بِالصَّوَابِ، وَأَقْوَمُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ .

''ان تمام امور کے پیش نظر شرعی دلیل میں غور کرنے والے ہر شخص کے لیے سلف کے فہم وعمل کا پاس رکھنا ضروری ہے، کیونکہ یہی درستی کے زیادہ قریب اور علم وعمل میں زیادہ پختہ ہے۔''(المُوافقات : 77/3)

② حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (744ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَجُوْزُ إِحْدَاثُ تَأْوِيْلٍ فِي آيَةٍ أَوْ سُنَّةٍ لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهَدِ السَّلَفِ وَلَا عَرَفُوهُ وَلَا بَيَّنُوهُ لِلْأُمَّةِ، فَإِنَّ هٰذَا يَتَضَمَّنُ أَنَّهُمْ جَهِلُوا الْحَقَّ فِي هٰذَا وَضَلُّوْا عَنْهُ، وَاهْتَدٰى إِلَيْهِ هٰذَا الْمُعْتَرِضُ الْمُسْتَأْخِرُ .

''کسی آیت یا حدیث کا ایسا مفہوم ومطلب بیان کرنا جائز نہیں، جو زمانہ سلف میں نہ تھا، نہ انہوں نے اسے پہچانا اور نہ امت کے لیے بیان کیا۔ اگر آپ اس طرح کا مفہوم بیان کرتے ہیں، تو لازم آئے گا کہ سلف اس بارے میں حق سے جاہل رہے اور اس سے گم راہ رہے ہیں اور یہ بعد میں آنے والا معترض اس کی طرف راہ پا گیا ہے۔''

(الصّارم المُنكي فى الرّد على السّبكي، ص 318)

③ امام ابن الانباری رحمہ اللہ (328ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ قَوْلًا يُّوَافِقُ هَوَاهُ، لَمْ يَأْخُذْهُ عَنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ، فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ، لِحُكْمِهٖ عَلَى الْقُرْآنِ بِمَا لَا يُعْرَفُ أَصْلُهٗ، وَلَا يَقِفُ عَلٰى مَذَاهِبِ أَهْلِ الْأَثَرِ وَالنَّقْلِ فِيهِ.

''جس نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں ایسی بات کہی، جو اس نے سلف سے لینے کی بجائے اپنی خواہشات کے تابع رہ کر کی، پھر یہ خیال کیا کہ وہ راہ صواب پر ہے، تو یہ اس کی خطا ہے، کیونکہ اس نے قرآنِ کریم پر ایسا حکم لگایا ہے، جس کی دلیل موجود ہی نہیں اور نہ وہ اس بارے اہل اثر و نقل (سلف صالحین) کا مذہب جانتا ہے۔''

(الفَقیه والمتفقه للخطیب :223/1، وسندهٗ صحیحٌ)

④ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ إِحْدَاثَ الْقَوْلِ فِي تَفْسِيرِ كِتَابِ اللّٰهِ الَّذِي كَانَ السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ عَلٰى خِلَافِهٖ يَسْتَلْزِمُ أَحَدَ أَمْرَيْنِ : إِمَّا أَنْ يَكُونَ خَطَأً فِي نَفْسِهٖ، أَوْ تَكُونَ أَقْوَالُ السَّلَفِ الْمُخَالِفَةِ لَهٗ خَطَأً، وَلَا يَشُكُّ عَاقِلٌ أَنَّهٗ أَوْلٰى بِالْغَلَطِ وَالْخَطَأِ مِنْ قَوْلِ السَّلَفِ.

''قرآن کریم کی تفسیر میں سلف اور ائمہ دین کے مخالف قول بیان کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو بیان کرنے والا خود غلط ہوگا یا پھر سلف غلط ہوں

گے۔ اور کوئی عقلمند اس میں شک نہیں کر سکتا کہ سلف کے اقوال کی نسبت مخالف کا قول غلطی اور خطا کے زیادہ لائق ہے۔''

(مختصر الصّواعق المُرسَلة : 128/2)

ثابت ہوا سلف صالحین کے مخالف ہر قول وعمل کے خطا ہونے کو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سلف کے خلاف ہے، قرآن وحدیث کے دلائل سلف کے مخالف نہیں ہوتے۔ اگر کہیں دیکھیں کہ قرآن و حدیث کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں، لیکن ان کو سلف کی حمایت حاصل نہیں، تو سمجھ جائیں کہ یہ دلائل نہیں، بلکہ قرآن وحدیث کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش ہے، جو کامیاب نہیں ہوسکتی۔

گیارہویں کا کوئی شرعی ثبوت یا جواز ہوتا، تو سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت اسے اپنانے میں پہل کرتے۔ یاد رہے کہ سلف صالحین وائمہ اہل سنت کے خلاف عقائد واعمال اگر رکھے جائیں، تو خودکو اہل سنت کہلانے کا حق آپ سے چھن جائے گا۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں :

اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ مُخَالَفَةِ الْأَوَّلِيْنَ! فَلَوْ كَانَ ثَمَّ فَضْلٌ مَّا لَكَانَ الْأَوَّلُونَ أَحَقَّ بِهٖ .

''بچیں بچیں! سلف کی مخالفت سے بچیں، اگر اس کام (جسے سلف نے نہیں کیا) میں کوئی فضیلت ہوتی، تو متقدمین اس کے زیادہ مستحق تھے۔''

(المُوافقات : 56/3)

گیارھویں بدعت ھے :

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ تَعَبَّدَ بِعِبَادَةٍ لَّيْسَتْ وَاجِبَةً وَلَا مُسْتَحَبَّةً؛ وَهُوَ يَعْتَقِدُهَا وَاجِبَةً أَوْ مُسْتَحَبَّةً فَهُوَ ضَالٌّ مُّبْتَدِعٌ بِدْعَةً سَيِّئَةً لَا بِدْعَةً حَسَنَةً بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الدِّينِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُعْبَدُ إِلَّا بِمَا هُوَ وَاجِبٌ أَوْ مُسْتَحَبٌّ .

''جو شخص ایسی عبادت کرتا، جو شریعت میں واجب یا مستحب نہیں ہوتی اور وہ اسے واجب یا مستحب سمجھتا ہے، وہ شخص گمراہ بدعتی ہے، اس کی یہ بدعت سیئہ ہے، حسنہ نہیں ہے اور اس بات پر ائمہ دین کا اتفاق ہے۔ اللہ کی عبادت صرف اسی طریقے سے کی جائے گی، جو شریعت میں واجب یا مستحب ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی: 160/1)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأُمُورِ يَسْتَحْسِنُونَ أَشْيَاءَ، لَمْ تَأْتِ فِي كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ، وَّلَا عَمِلَ بِأَمْثَالِهَا السَّلَفُ، فَيَعْمَلُونَ بِمُقْتَضَاهَا، وَيُثَابِرُونَ عَلَيْهَا، وَيُحَكِّمُونَهَا طَرِيقًا لَّهُمْ مَهِيعًا وَّسُنَّةً لَّا تُخْلَفُ، بَلْ رُبَّمَا أَوْجَبُوهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ .

''اہل بدعت بہت سے امور میں ان کاموں کو مستحب قرار دے دیتے ہیں، جن پر کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں ہوتی، نہ ہی سلف صالحین نے اس طرح کا کوئی کام کیا ہوتا ہے۔ بدعتی اس طرح کے کام کرتے ہیں، ان پر دوام کرتے ہیں اور اسے اپنے لیے واضح راستہ اور سنت غیر معارضہ سمجھتے

ہیں، بلکہ بسا اوقات اسے واجب قرار دیتے ہیں۔'' (الاعتصام :212/1)

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں :

صَارُوا يَبْتَدِعُونَ مِنَ الدَّلَائِلِ وَالْمَسَائِلِ مَا لَيْسَ بِمَشْرُوعٍ، وَيُعْرِضُونَ عَنِ الْأَمْرِ الْمَشْرُوعِ .

''اہل بدعت ایک طرف تو ایسے دلائل ومسائل تراشتے ہیں، جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، دوسری طرف مشروع کام سے بھی اعراض کرتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 593)

گیارھویں قرب الٰہی کا ذریعہ نہیں :

گیارہویں اگر قربِ الٰہی کا ذریعہ ہوتی، تو ائمہ اہل سنت ضرور ایسا کرتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں :

إِنَّ بَابَ الْعِبَادَاتِ وَالدِّيَانَاتِ وَالتَّقَرُّبَاتِ مُتَلَقَّاةٌ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّجْعَلَ شَيْئًا عِبَادَةً أَوْ قُرْبَةً إِلَّا بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ .

''عبادات، دین کے مسائل اور قربِ الٰہی کے کام اللہ ورسول سے ہی لیے جاتے ہیں۔ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دلیل شرعی کے بغیر کوئی عبادت یا قربِ الٰہی کا طریقہ گھڑ لے۔'' (مجموع الفتاوٰی :35/31)

اگر گیارہویں کے ثبوت پر کوئی شرعی دلیل ہوتی، تو سلف صالحین ضرور اس کا اہتمام کرتے، لہٰذا یہ بے ثبوت ہے، جو قربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں :

لَا دِينَ إِلَّا مَا شَرَعَهٗ، فَالْأَصْلُ فِي الْعِبَادَاتِ الْبُطْلَانُ حَتّٰی يَقُومَ دَلِيلٌ عَلَی الْأَمْرِ.

''دین صرف وہی ہے، جسے اللہ نے مشروع قرار دیا ہے۔ عبادات میں قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کسی دینی امر پر دلیل شرعی قائم نہ ہو جائے، وہ باطل ہے۔'' (إعلام المؤقعين :344/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں :

بَابُ الْقُرُبَاتِ يُقْتَصَرُ فِيهِ عَلَی النُّصُوصِ، وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيهِ بِأَنْوَاعِ الْأَقْيِسَةِ وَالْآرَاءِ.

''قربِ الٰہی کے کام نصوصِ شرعیہ پر موقوف ہیں۔ ان میں کسی قسم کی قیاس وآرا کا عمل دخل نہیں۔'' (تفسير ابن کثير : 401/4)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں :

لَا تَجِدُ مُبْتَدِعًا مِمَّنْ يُنْسَبُ إِلَی الْمِلَّةِ إِلَّا وَهُوَ يَسْتَشْهِدُ عَلٰی بِدْعَتِهٖ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ، فَيُنْزِلُهٗ عَلٰی مَا وَافَقَ عَقْلَهٗ وَشَهْوَتَهٗ.

'' آپ اسلام کی طرف منسوب ہر بدعتی کو ایسا ہی پائیں گے کہ وہ اپنی بدعت پر دلیل شرعی سے استدلال کرتا ہے، پھر اسے اپنی عقل وخواہش کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔'' (الاعتصام :134/1)

گیارھویں کے بدعت ہونے پر ایک دوسری دلیل :

یاد رہے کہ عبادات کے لیے وقت یا جگہ کا تعین کرنا شریعت کا حق ہے، بندوں کو

یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ عبادات کے لیے جگہ یا وقت کا تقرر کرتے رہیں۔ سلف صالحین نے سختی سے اس کا ردّ کیا ہے، لہٰذا خاص شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے لیے خاص گیارہویں تاریخ کو صدقہ کرنا اسے ناجائز اور غیر مشروع بنا دیتا ہے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ ذٰلِكَ تَخْصِيصُ الْأَيَّامِ الْفَاضِلَةِ بِأَنْوَاعٍ مِّنَ الْعِبَادَاتِ الَّتِي لَمْ تُشْرَعْ لَهَا تَخْصِيصًا؛ كَتَخْصِيصِ الْيَوْمِ الْفُلَانِيِّ بِكَذَا وَكَذَا مِنَ الرَّكَعَاتِ، أَوْ بِصَدَقَةِ كَذَا وَكَذَا، أَوِ اللَّيْلَةِ الْفُلَانِيَّةِ بِقِيَامِ كَذَا وَكَذَا رَكْعَةٍ، أَوْ بِخَتْمِ الْقُرْآنِ فِيهَا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ.

''عام دنوں کو ان عبادات کے ساتھ خاص کرنا، جو ان دنوں میں مشروع نہیں ہیں، جیسا کہ کسی دن کو خاص عدد رکعات یا خاص صدقہ کے ساتھ خاص کرنا یا فلاں رات کو اتنی اتنی رکعات پڑھنا یا خاص رات میں قرآنِ کریم مکمل کرنا وغیرہ بدعت ہے۔'' (الاعتصام: 12/2)

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (665ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي تَخْصِيْصُ الْعِبَادَاتِ بِأَوْقَاتٍ لَّمْ يُخَصِّصْهَا بِهَا الشَّرْعُ بَلْ يَكُوْنُ جَمِيْعُ أَفْعَالِ الْبِرِّ مُرْسَلَةً فِي جَمِيْعِ الْأَزْمَانِ لَيْسَ لِبَعْضِهَا عَلٰى بَعْضٍ فَضْلٌ إِلَّا مَا فَضَّلَهُ الشَّرْعُ وَخَصَّهُ بِنَوْعٍ مِّنَ الْعِبَادَةِ فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ اخْتُصَّ بِتِلْكَ الْفَضِيْلَةِ تِلْكَ

الْعِبَادَةُ دُوْنَ غَيْرِهَا كَصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَاءَ وَالصَّلَاةِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَالْعمْرَةِ فِي رَمَضَانَ وَمِنَ الْأَزْمَانِ مَا جَعَلَهُ الشَّرْعُ مُفَضَّلًا فِيهِ جَمِيْعَ أَعْمَالِ الْبِرِّ كَعَشْرِ ذِي الْحَجَّةِ وَلَيْلَةِ الْقَدْرِ الَّتِي هِيَ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ أَيِ الْعَمَلُ فِيهَا أَفْضَلُ مِنَ الْعَمَلِ فِي أَلْفِ شَهْرٍ لَيْسَ فِيْهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يَكُوْنُ أَيُّ عَمَلٍ مِّنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ حَصَلَ فِيهَا كَانَ لَهُ الْفَضْلُ عَلٰى نَظِيرِهٖ فِي زَمَنٍ آخَرَ، فَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمُكَلَّفَ لَيْسَ لَهٗ مَنْصَبُ التَّخْصِيصِ، بَلْ ذٰلِكَ إِلَى الشَّارِعِ وَهٰذِهٖ كَانَتْ صِفَةُ عِبَادَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''عبادات کو ان اوقات کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں، جن کے ساتھ شریعت نے خاص نہیں کیا، بلکہ تمام نیک کام تمام زمانوں میں جائز ہیں۔ کسی کام کی تخصیص کرنے میں فضیلت نہیں ہے، سوائے اس کام کے جسے شریعت نے فضیلت دی ہے اور کسی عبادت کے ساتھ خاص کیا ہے، اگر کسی فضیلت کو کسی کام کے ساتھ خاص کر دیا گیا، تو وہ عبادت ہے، جیسا کہ یوم عرفہ وعاشورا کا روزہ، آخر رات کی عبادت اور رمضان میں عمرہ، ان کے علاوہ دوسرے کام عبادت نہیں بن سکتے اور بعض اوقات وہ ہیں، جن میں انسانوں کے تمام اعمال کو فضیلت دے دی جاتی ہے، جیسا کہ ذی الحجہ کے دس دن اور لیلۃ القدر، جو ہزار سال سے بہتر ہے، یعنی اس رات میں عمل ایسے ہزار

سال میں عمل کرنے سے بہتر ہے، جن میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ اس طرح ہر وہ نیکی کا کام ہے، جس میں خاص فضیلت مقرر کردی گئی ہو، اسے دوسرے وقت میں اپنے جیسے نیکی کے کام پر فضیلت ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مکلّف (اُمتی) کے لیے تخصیص کا منصب نہیں ہے، بلکہ تخصیص کا منصب شارع کے ساتھ خاص ہے، رسول اللہ ﷺ کا اندازِ عبادت یہی تھا۔''

(الباعث علی إنکار البِدَع والحوادث، ص 165)

الحاصل :

سلف صالحین سے صدقہ کی یہ ہیئت وکیفیت ثابت نہیں، جو کہ گیارہویں کو اپنائی جاتی ہے، لہذا اس چیز سے بچ جانا ہی بہتر ہے۔